ماہوار خبرنامہ: جنوری، فروری ۲۰۰۰ء

مرکزی احمدیہ انجمن لاہور۔پاکستان دار السلام ۵- عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔پاکستان

صرف احباب جماعت کے لئے

○ حضرت امیر کی صحت کے بارے میں

حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب کی صحت خدا کے فضل و کرم سے پہلے سے بہتر ہے اور دفتری امور کی نگرانی حسب معمول فرما رہے ہیں۔ ان کی درخواست ہے کہ ان کی کامل صحت اور خدمت دین کی توفیق کے لئے احباب اپنی پرخلوص دعائیں جاری رکھیں۔

○ ارشاد امیر احباب جماعت کے نام

احباب جماعت خود بھی نماز پنجگانہ کا اہتمام کریں۔ بچوں کو بھی تلقین کریں۔ نماز تہجد کی بھی عادت ڈالیں اور اس پر مستقل مزاجی سے قائم رہیں۔ دین اسلام اور جماعتی ترقی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ تبلیغ و اشاعت دین اور استحکام جماعت کے لئے اپنے اموال انجمن کے نام وقف کریں۔

○ دعا

ہماری نہایت محترم اور مجاہدہ بہن محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ، پاکستان سے قاہرہ گئیں تھیں تاکہ وہ ہماری قابل بہن ماہا دبوس کے ساتھ عیدالفطر منائیں۔ وہاں احمدیہ مرکز کا افتتاح بھی ہوا۔ قاہرہ ائرپورٹ پر کسی مسافر کے سامان سے چوٹ لگ جانے کی وجہ سے محترمہ ثمینہ بہن کی ایک ٹانگ میں سخت چھوٹ آئی اور ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق فریکچر کی وجہ سے پلاسٹر لگا دیا گیا لیکن امریکہ واپس پہنچ کر تفصیلی چیک اپ سے پتہ چلا کہ ان کی ٹانگ کے پٹھہ میں شدید چھوٹ آئی ہے جس کی وجہ سے ان کو درد رہتی ہے اور کبھی کبھی سخت کمزوری کے باعث بے ہوشی بھی ہو جاتی ہے۔ مناسب علاج ہو رہا ہے پہلے سے افاقہ ہے لیکن ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ احباب اس محترم بہن کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

لندن میں مرکزی انجمن لاہور کے ہمارے دیرینہ کارکن احمد حسین صاحب کی ٹانگ کا زخم مندمل ہو چکا ہے۔ مصنوعی ٹانگ لگوانے کے مختلف مراحل ابھی باقی ہیں۔

دارالسلام، لاہور میں ہمارے بزرگ مبلغ مولوی محمد علی صاحب بیمار چلے آرہے ہیں۔ ان کی صحت کاملہ کے لئے احباب اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

www.aaiil.org

○ وفات

ہم نہایت افسوس سے اطلاع دے رہے ہیں کہ ہمارے بزرگ مبلغ مولوی رحمت اللہ صاحب یکم جنوری کو انتقال فرما گئے **انا للہ و الیہ راجعون** مرحوم گذشتہ ۴۰ سال سے دین کی خدمت کر رہے تھے۔ نہایت مخلص اور نڈر تھے اور نہایت دلیری سے تبلیغ کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان پر ایک مقدمہ بھی بن گیا تھا۔ ان کا تعلق موضع موکھل کے سانسی لوگوں سے تھا۔ یہ لوگ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور کی تبلیغی کاوش سے مسلمان ہوئے اور ہماری جماعت میں شامل ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب اور دیگر کئی مبلغین ان میں تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ہماری جماعت کے نہایت محترم رکن میاں ظہور احمد صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ اور ہمارے پرجوش نوجوان خرم آفتاب صاحب کی نانی بیگم میاں ظہور احمد صاحبہ ۲۰ فروری کو لاہور میں وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تعزیت کے لئے پتہ: میاں گل ملوک صاحب ــ ۲۶۴- بلاک وائی، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور ــ فون: ۵۷۲۵۶۳۳

اسی طرح ہمارے نہایت مخلص بھائی دارالسلام کے احمد حسن خان صاحب جو حضرت ڈاکٹر حسن علی خان صاحب مرحوم و مغفور کے بیٹے اور کراچی کے مرحوم بزرگ محترم محمد حسن خان صاحب کے بھائی تھے ۳ فروری کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

تعزیت کے لئے پتہ: زاہد حسن خان صاحب ــ ۴۸ سی- ایچ بلاک، نارتھ ناظم آباد، کراچی

دونوں مرحومین کو احمدیہ قبرستان، دارالسلام میں دفن کیا گیا۔

ملفوظات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

متقی کے علامات

پس ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا **و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب** (۶۵:۲) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا۔ اس لئے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اسے ایسے موقع سے بچا لیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا، تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔

یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔ وہ بڑی طاقت والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ **و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ** (۴:۶۵) لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے۔ ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لئے تھیں اور دنیوی امور حوالہ بخدا تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکات تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ان مصائب سے مخلصی بخشتا ہے۔ جو دینی امور کے حارج ہوں۔

انسان کی نیکیوں کے دو حصے

انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک فرائض دوسرے نوافل۔ فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو۔ جیسے قرضہ کا اتارنا۔ یا نیکی کے مقابل نیکی۔ ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو۔ جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا یہ نوافل ہیں۔ یہ بطور تکملات اور متممات فرائض کے ہیں۔ اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہو رہتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ، پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

انسانی زندگی کا مقصد اور غرض صراط مستقیم پر چلنا اور اس کی طلب ہے

انسانی زندگی کا مقصد اور غرض صراط مستقیم پر چلنا اور اس کی طلب ہے جس کو اس سورۃ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** یااللہ۔ ہم کو سیدھی راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ یہ وہ دعا ہے جو ہر نماز میں اور ہر رکعت میں مانگی جاتی ہے۔ اس دعا کا اس قدر تکرار ہی اس کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔ ہماری جماعت یاد رکھے کہ یہ معمولی سی بات نہیں ہے اور صرف زبان سے طوطے کی طرح ان الفاظ کا رٹ دینا اصل مقصود نہیں ہے۔ بلکہ یہ دعا انسان کو انسان کامل بنانے کا ایک کارگر اور خطا نہ کرنے والا نسخہ ہے۔ جسے ہر وقت نصب العین رکھنا چاہئے۔ اور تعویذ کی طرح مدنظر رکھنا چاہئے۔ اس آیت میں چار قسم کے کمالات کے حاصل کرنے کی التجا ہے۔ اگر انسان ان چار قسم کے کمالات کو حاصل کر لے گا تو گویا دعا مانگنے اور خلق انسانی کے حق کو ادا کر دے گا اور ان استعدادوں اور قویٰ کے بھی کام میں لانے کا حق ادا ہو جائے گا جو اس کو دی گئی ہیں۔

○ محترم مولانا راجہ محمد بیدار صاحب کی سرینام (جنوبی امریکہ) سے ماہ رمضان کی رپورٹ

یہ محض مولا کریم کا فضل ہی ہے جس نے مجھے یہ موقعہ عطا فرمایا ہے۔ درس قرآن مجید باقاعدہ تیار کرتا ہوں اور اس میں خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ درس کے دوران بیان میں بہت سی باتیں ذہن میں آ جاتی ہیں جو قرآن کریم یا حدیث سے تعلق رکھتی ہیں وہ بیان کر جاتا ہوں جو لکھنے میں نہیں آتیں۔ اس طرح وہ ریکارڈ سے باہر رہ جاتی ہیں۔

احباب درس قرآن مجید کے فوٹو کاپی کروا لیتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے درس سے لوگ بہت خوش ہیں اور سوال و جواب کا

سلسلہ بھی بڑا پرلطف ہوتا ہے۔ آپ سب لوگوں کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ ماہ رمضان میں درس کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ بعد رمضان انشاء اللہ شروع ہو جائے گا۔ جماعت سرینام کی انتظامیہ کے ممبران ہر سال تمام شاخوں کے لئے پروگرام بناتے ہیں۔ اس سال کا پروگرام بھی بن گیا ہے ہر جگہ صدر جماعت رشید پیر خان صاحب کے ہمراہ جاتا ہوں۔ ماہ رمضان میں ۸ بجے رات نماز عشاء ہوتی ہے اور پھر تراویح نماز سے فراغت کے بعد ایک یا دو نعتیں ہوتی ہیں۔ ایک تقریر سے قبل اور ایک آخر میں۔ تقریر مختصر سی ہوتی ہے یہ سلسلہ نہایت عمدگی سے چل رہا ہے۔ کل مؤرخہ ۱۸ دسمبر بروز سنیچر نکیری جانے کا پروگرام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دین کے کام میں برکت ڈالے اور اپنی رحمت سے میرے سینہ کو کھولے اور میرے امر کو آسان کر دے خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا درج کی ہے جب انہیں حکم دیا گیا کہ فرعون کی طرف جاؤ۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی **رب اشرح لی صدری**O **و یسرلی امری والحل العقدۃ من لسانی یفقہ قولی**O (موسیٰؑ) نے کہا میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر۔ میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔

چونکہ پروگرام میں کافی وقت لگ جاتا ہے پھر کھانے کا بھی خاص اہتمام ہوتا ہے اس لئے میں تقریر میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیتا۔ ۵ جنوری ۲۰۰۰ء کو جامع پارا ماریبو میں تمام جماعتوں کو مدعو کیا گیا ہے ان مجالس سے نہ صرف فہم قرآن کا شوق لوگوں میں بڑھتا ہے بلکہ اخوت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ ۸ جنوری ۲۰۰۰ء بروز سنیچر عیدالفطر ہو گی۔

یہ افسوس کی خبر ہے کہ ایک حادثہ میں رشید پیر خان صاحب کے ماموں اور خالہ زاد بھائی ہلاک ہو گئے وہ رشید پیر خان صاحب کے چھوٹے بھائی شہید پیر خان کی سالگرہ میں شمولیت کے لئے نکیری سے پاراماریبو آ رہے تھے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**

قبلہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں میرا سلام عرض کریں نیز اس عاجز کے لئے دعا کی درخواست اور دیگر احباب سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

چوہدری نذیر احمد صاحب کی وفات کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ بشارت احمد بقا صاحب کی وفات کی خبر "پیغام صلح" کے ذریعہ مل گئی تھی اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمائے۔ محترم بقا صاحب مرحوم کا وجود ہمارے لئے ایک بڑی نعمت تھی۔ "پیغام صلح" میں بڑے مدلل اور مؤثر انداز میں ڈاکٹر غازی محمود صاحب کی کتاب "قادیانی مسئلہ اور لاہوری گروپ کی حیثیت" کے جواب دیتے تھے اسلامی تاریخ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پر جس قدر عبور انہیں حاصل تھا۔ یہ یقیناً موجودہ وقت میں انہی کا حصہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا کی یادداشت عطا فرمائی تھی پیرانہ سالی کے باوجود بذریعہ ٹیلیفون لائبریری سے حوالے نکلواتے رہتے تھے۔

میں نے اپنے کسی پہلے خط میں ذکر کیا تھا کہ ایک خاتون مسز کیتھرین یہاں آئی ہیں۔ وہ کافی عرصہ ہندوستان میں رہ چکی ہیں۔ ہندی بڑی آسانی سے لکھ لیتی ہیں۔ اردو بھی سمجھتی ہے۔ جامع قیصر اسٹراٹ میں ایک جمعہ میں اور دو مرتبہ درس قرآن مجید میں انہوں نے شرکت کی اور وہ مذہباً یہودی ہیں اور دیگر مذاہب پر تحقیق کر رہی ہیں۔

○ احمدیہ انجمن اوہائیو۔ امریکہ

قرآن مجید کے چینی، جرمن، ڈچ اور پولش زبانوں میں تراجم مکمل ہو گئے ہیں

محترمہ بہن ثمینہ ساہو خان صاحبہ نے مؤرخہ ا جنوری ۲۰۰۰ء کو فیکس کے ذریعہ اطلاع دی ہے کہ **چینی** زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ پریس میں کمپوز ہو چکا ہے۔ ایک قابل چینی مسلمان عالم اس کی چیکنگ اور پروف ریڈنگ کر رہے ہیں اس کام کو مکمل ہونے میں تقریباً ایک سال کا عرصہ لگ جائے گا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا **جرمن** زبان میں ترجمہ و تفسیر کی کمپوزنگ اور طباعت کا کام تکمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے امید ہے کہ یہ ترجمہ بھی اسی سال شائع ہو جائے گا۔

ڈچ زبان میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ۱۹۵۱ء کے نظر ثانی شدہ انگریزی ترجمہ و تفسیر کے ترجمہ کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ احمدیہ انجمن ٹرسٹ، ہیگ کے صدر محترم بھائی شبیر حسینی صاحب اس ترجمہ اور تفسیر کو مترجم کے ساتھ بیٹھ کر حرف بہ حرف چیک کر رہے ہیں تقریباً نصف کام مکمل ہو چکا ہے۔ اس کام کو مکمل ہونے میں ایک سال لگ جائے گا۔ امید ہے اگلے سال یہ ترجمہ شائع ہو جائے گا۔

اسی طرح **پولش** زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے ترجمہ اور تفسیر کو بھی ایک پولش مسلمان عالم چیکنگ کر رہے ہیں۔ امید کی جا سکتی ہے کہ یہ ترجمہ بھی آئندہ سال شائع ہو سکے گا۔ ریلیجن آف اسلام کا بھی پولش زبان میں ترجمہ اور تصحیح کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ **پولش** قرآن مجید کے ترجمہ کی چیکنگ مکمل ہوتے ہی ریلیجن آف اسلام کے ترجمہ میں درج شدہ قرآنی آیات کے ترجمہ کو بھی آخری شکل دی جا سکے گی اور یہ کتاب بھی شائع ہو سکے گی۔

البانوی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ پر کام شروع ہو چکا ہے۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

یونانی اور **یوگوسلاوی** زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم پر بھی کام شروع ہے۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی اور پرافٹ آف اسلام کے تراجم ان زبانوں میں مکمل ہو چکے ہیں۔

جامع برلن، جرمنی

جامع کا شمالی منارہ سابقہ اونچائی کے مطابق تعمیر کر دیا گیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ سارے منارے کی مرمت کا کام مکمل ہو چکا ہے صرف اس کو پینٹ کرنا رہ گیا ہے محکمہ آثار قدیمہ نے مزید پینسٹھ ہزار مارک جنوبی منارے کے لئے امداد دینا منظور کر لئے ہیں۔ اگر حالات معمول کے مطابق رہے تو انشاء اللہ اس سال کے آخر تک یہ کام بھی مکمل ہو جائے گا۔

مشن ہاؤس کی کھڑکیوں کی مرمت کا کام بھی شروع ہے۔

خطبہ جمعۃ الوداع

روزے کے ذریعہ روحانی اور سماجی تربیت کا الٰہی پروگرام

از محترم ناصر احمد صاحب جو مؤرخہ ۷ جنوری ۲۰۰۰ کو جامع دار السلام، لاہور میں دیا گیا

میں نے ابھی سورہ علق کی پہلی پانچ آیات اور سورۃ القدر کی تلاوت کی ہے اور ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ان کا آپس میں دو لحاظ سے گہرا تعلق بنتا ہے۔ ایک تو تاریخی حوالہ بنتا ہے۔ آپ سب کو بخوبی علم ہے کہ رسول اکرم صلعم اکثر عبادت کے لئے غار حرا میں جایا کرتے تھے۔ اس عبادت کے نتیجہ میں آپ کو رویائے صادقہ ہونے لگیں۔ آپ کے دل میں لوگوں کی بھلائی کی تڑپ دن بدن بڑھتی گئی۔ لوگوں کی خدمت، یتیموں اور بے نواؤں کی سرپرستی، مظلوموں کی دادرسی اور گناہ اور بت پرستی میں ڈوبی ہوئی قوم کے لئے غم و فکر آپؑ کے دل و دماغ میں بسا رہتا اور آپؑ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعاؤں میں دن رات لگے رہتے۔ اسی طرح آپؑ غار حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ ایک روز حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا **اقرا** پڑھ۔ آپؑ صلعم نے فرمایا **ما انا بقارء** کہ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ حضرت جبرائیلؑ نے پھر کہا کہ **اقراء** پڑھ۔ آپؑ صلعم نے دوبارہ وہی جواب دیا۔ پھر تیسری بار حضرت جبرائیلؑ نے آپؑ کو زور سے دبایا اور پھر کہا کہ **اقرا** تب آپؑ پڑھنے لگے اور سورۃ علق کی یہ پانچ آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات کے نزول کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے دل میں تفہیم کیا کہ آپؑ کو دنیا کی اصلاح کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے۔ اس عظیم ذمہ داری نے آپؑ کو بے حد فکرمند کر دیا۔ آپؑ کا سارا جسم اس وجہ سے کانپ اٹھا۔ آپؑ اسی حالت میں گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچ کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو کہا **ذملونی ذملونی** مجھے چادر اڑھا دو۔ جب تھوڑی دیر کے بعد طبیعت سنبھلی تو سارے واقعہ کا ذکر حضرت خدیجہؓ سے کیا۔ اس مقدس بیوی نے جس کے دل پر رسول اکرم صلعم کی صداقت کا گہرا اثر تھا۔ اس وقت آپؑ کو ذیل کے نہایت ہی سچے الفاظ میں تسلی دی۔

> ”خدا آپ کو کبھی رسوا ہونے نہیں دے گا اور کبھی ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنے نہ دے گا۔ اس لئے کہ آپؑ صلہ رحمی کرتے ہیں بیکسوں کے معاون اور مددگار ہیں مہمان نوازی کا پورا حق ادا کرتے ہیں مظلوموں کی جائے پناہ ہیں مسافروں کا ملجا و ماوا ہیں۔ مصائب میں حق کے مددگار ہیں۔ جس شخص میں یہ اوصاف ہوں بھلا وہ کیسے ضائع ہو سکتا ہے۔“

ایک بیوی سے بڑھ کر خاوند کا ہمراز کون ہو سکتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے یہ الفاظ جہاں رسول اکرم صلعم کے باطن کے حسین ترین عکاس ہیں وہاں یہ خاوند اور بیوی کے باہم اعتماد کی بے نظیر مثال ہیں۔ میری ناچیز رائے میں اس پس منظر میں حضرت خدیجہؓ کی شخصیت کا ایک ایسا پہلو سامنے آتا ہے جس نے عورت کی عزت و تکریم کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے کہ جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ رسول اکرم صلعم کے حلقہ احباب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور قبیلہ قریش کی بعض ممتاز شخصیات شامل تھیں جنہوں نے حلف الفضول جیسے معاہدہ میں شرکت کی جو مظلوموں اور بیکسوں کی دستگیری کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نہ صرف عربوں بلکہ اقوام عالم کی اصلاح اور ہدایت کا عظیم الشان بوجھ رسول اکرم صلعم کے

کندھوں پر ڈالا اور آپؐ اس بوجھ کے احساس سے سخت فکرمند ہوئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس موقعہ پر آپؐ سیدھا اپنے ان ممتاز دوستوں کے پاس جاتے اور اس سلسلہ میں ان کی معاونت طلب کرتے یا کم از کم ان سے مشورہ کرتے۔ لیکن اس نازک موقع پر اگر انہوں نے کسی کو اعتماد میں لینے کا سوچا یا سب سے پہلے جس کو اس عظیم ذمہ داری دیئے جانے کی خبر دینے کے قابل سمجھا تو وہ ان کے زندگی کی ساتھی حضرت خدیجہؓ تھیں اور پھر تاریخ گواہ ہے کہ جس طریق پر اس مقدس بیوی نے آپ کو تسلی دی اور پھر اس نازک ترین دور میں جس ہمت اور وفاشعاری سے ساتھ دیا، باہم اعتماد اور وفاداری کی یہ مثال رہتی دنیا تک لوگوں کے لئے روشنی کا مینار رہے گی۔

انگلستان کا ایک عظیم عیسائی مفکر تھامس کارلائل نے اس واقعہ سے کیا تاثر لیا اس کو بھی سنتے چلئے۔

لکھتا ہے: ”کیا ہم اس کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہیں جو حضور اقدس صلعم پر اس وقت طاری ہوئی ہو گی۔ جب آپ صلعم کی شریک حیات یعنی حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کا پیغام قبول کیا ہو گا۔ آپؐ کو کس قدر مسرت حاصل ہوئی ہو گی اور آپؐ اس کے کس قدر ممنون ہوئے ہوں گے .... یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلعم حضرت خدیجہ کو زندگی کے آخری لمحوں تک فراموش نہ کر سکے۔ چنانچہ اس واقعہ پر مدت دراز گزر چکی تھی کہ ایک روز آپ صلعم کی سب سے کم سن اور نہایت محبوب بیوی حضرت عائشہؓ نے جو اپنی بعض خصوصیات کے اعتبار سے عالم اسلام میں نہایت ممتاز مقام رکھتی ہیں آپ صلعم سے پوچھا کہ کیا میں خدیجہؓ سے اچھی نہیں ہوں وہ تو بیوہ تھیں، بوڑھی اور بدصورت ہو گئی تھیں، کیا ان کی نسبت آپؐ مجھ سے زیادہ محبت نہیں کرتے! حضرت محمد صلعم نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں! تمہارے مقابلے میں خدیجہ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب کوئی مجھے قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا اور میرے دعویٰ پر یقین نہ کرتا تھا۔ اس وقت دنیا میں صرف ایک ہی میرا دوست تھا اور وہ تھیں خدیجہ۔“ (اردو ترجمہ رسول کریمؐ از پیام شاہجہانپوری ص ۵۸)

خواتین و حضرات! احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ٹرینیڈاڈ کی طرف سے اس کے دارالخلافہ پورٹ آف سپین کے ایک ۵ سٹار ہوٹل میں سیمینار کا انعقاد تھا۔ انجمن کے نائب صدر جناب ڈاکٹر رفیق حمزہ جو وہاں کی حکومت میں وزیر صحت بھی ہیں، اس سیمینار کی صدارت کر رہے تھے۔ وقفہ کے دوران کھانے کی میز پر غیر رسمی گفتگو شروع ہو گئی۔ جماعت کے جنرل سیکرٹری اقبال ہائیڈل صاحب سے ایک خاتون نے سوال کیا کہ قرآن مجید کی اس آیت کا کہ مرد کو ایک درجہ فوقیت حاصل ہے۔ عورت کے موجودہ سماجی کردار کے تناظر میں کیا مفہوم ہو گا۔ گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے میں نے کہا کہ اس فوقیت سے مراد عورتوں کے عزت و احترام اور ان کے حقوق کا تحفظ ہے نہ کہ محض فوقیت کا دعویٰ اور عورتوں کو کمزور اور کم عقل سمجھ کر ان کا استحصال کرنا۔ میرے اس موقف سے خاتون حیران ہوئیں۔ اس کے بعد جب بھی وہ کسی مجلس میں ملتیں نہایت احترام سے ملتیں۔ قرآن مجید مردوں کے سپرد جو ذمہ داریاں کرتا ہے اگر ذہن میں سے فوقیت کا کانٹا نکال کر ان کو کماحقہ پورا کرنے کی طرف توجہ دی جائے اور اسی طرح خواتین بھی اپنے اندر وہ خصوصیات پیدا کریں تاکہ مرد ان کو وہ مقام دینے کا اہل سمجھیں۔ جس کا ذکر ابھی ہوا ہے تو اسلامی معاشرہ میں کیسی خوشگوار تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔

خاوند اور بیوی میں باہم اعتماد، خوش معاملگی اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کا رویہ گھر کے ماحول کو خوشگوار بناتا ہے اور معاشرے میں توازن پیدا کرنے کے لئے یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مبارک ماہ میں سماج کے اس اہم پہلو کی طرف توجہ

اور انسانی رشتوں میں محبت اور احترام کے رویہ کی نشوونما بھی ایک اہم مقصد ہے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے **خلق الانسان من علق** یعنی پیدا کیا انسان کو تعلق پکڑنے سے، کی بڑی ہی خوبصورت تفسیر بیان فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں: **علق**، تعلق پکڑنے کو کہتے ہیں۔ آج سائنس نے بتایا ہے کہ مرد و عورت کا مرکب نطفہ جب رحم مادر سے تعلق پکڑتا ہے تو ماں کے رِحم کی ربوبیت سے اس کی نشوونما ہوتی ہے اور ایک خوبصورت مکمل انسانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہ ماں سے تعلق پکڑنے کا نتیجہ تھا حالانکہ ماں رب کی صفت ربوبیت کا ایک ادنیٰ سا مظہر ہے۔ اگر انسان اپنے رب حقیقی کے ساتھ تعلق پکڑے گا اور اس کے رَحم اور فضل کی آغوش میں جا پڑے گا تو انسانیت کی نشوونما اس کمال سے ہو گی کہ وہ اکرم یعنی عزت کا مقام حاصل کر لے گا .... یہی مطلب حضرت نبی کریم صلعم کے اس ارشاد کا ہے کہ اللہ کا رَحم اور ماں کا رِحم نہ صرف تلفظ اور شکل میں بلکہ اپنے فیضان میں بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ جس طرح ماں کے رَحم سے تعلق پکڑ کر ایک حقیر نطفہ کیسا خوبصورت بن کر نکلتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رحم سے تعلق پکڑ کر ایک حقیر انسان انسانیت کے تمام کمالات کو حاصل کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کا وارث ہو جاتا ہے۔" (انوار القرآن صـ ۱۸۴)

اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور شرف انسانیت کے حصول کے لئے مسلمان کو قرآن مجید جیسی نعمت عظمیٰ عطا کی گئی ہے جس کے نزول کا ذکر سورہ **القدر** میں کیا گیا ہے۔

گذشتہ جمعہ کو میرے عزیز اور لائق نوجوان عامر عزیز صاحب ایم اے نے سورہ **القدر** پر نہایت عمدہ خطبہ دیا تھا یہ سورۃ اپنے اندر بے شمار ظاہری اور باطنی معانی اور تفسیر لئے ہوئے ہے جس کے بیان کے لئے کئی خطبوں کی ضرورت ہے۔ عامر عزیز صاحب نے اس سورت کے اہم پہلو بیان کر دیئے تھے میں آج اس سورۃ کے متعلق چند مزید باتیں اور تفصیلات جو وقت کی کمی کے باعث رہ گئی تھیں بیان کروں گا۔

اس سورت میں کئی ایک مشکل مقامات ہیں جن کے بارے میں روایات کو زیادہ اہمیت دینے والے مفسرین نے لوگوں کے لئے الجھنیں پیدا کر دی ہیں اور ایسی باتیں بیان کی ہیں جو قرآنی تصورات کے بالکل خلاف ہیں۔ احمدی مفسرین نے ان الجھنوں کو قرآن مجید کی روشنی میں بڑی خوبی سے دور کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں میں جو کچھ بیان کروں گا وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تفاسیر سے ماخوذ ہے۔

ایک اہم بات جس کی وضاحت ضروری ہے وہ شب برأت ہے۔ جو ماہ شعبان کی ۱۵ ویں تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ اکثر متقدمین نے اپنی تفسیروں میں سورۃ دخان میں **لیلۃ المبارکۃ** کو شب برأت قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف تفاسیر کا مطالعہ کیا جائے تو بڑی ہی دلچسپ سورت حال سامنے آتی ہے اور یہ بات واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ جب ہم قرآن کی نص صریح کو چھوڑ کر روایات کو قرآن مجید پر ترجیح دیتے ہیں تو الجھنیں بڑھتی چلی جاتی ہیں اور علامہ اقبال کا یہ قول درست ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ امت روایات میں کھو گئی۔ اب چونکہ قرآن مجید کی نص صریح کے مطابق قرآن مجید جس رات کو نازل ہونا شروع ہوا وہ رمضان کی ایک رات تھی جس کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ اس رات کو ہی سورہ دخان میں لیلۃ المبارکہ کہا گیا ہے لیکن چونکہ روایات میں شعبان کی ۱۳ ویں، ۱۴ ویں اور ۱۵ ویں رات کی خاص اہمیت بیان کی گئی ہے اور رسول اکرم صلعم ان تین دنوں میں

روزے رکھا کرتے تھے۔ اس لئے **لیلۃ مبارکۃ** اور **من کل امر** سے یہ مراد لے لیا گیا ہے کہ موت و حیات، رزق اور انسانوں کے تمام معاملات کے متعلق شعبان کی ۱۵ویں رات کو فیصلے کر دیئے جاتے ہیں جن کا نفاذ سارا سال ہوتا رہتا ہے۔ لیکن چونکہ قرآن مجید سے شب برأت کا کوئی جواز نہیں نکلتا اس لئے قرآن مجید اور روایات کی باتوں کو بظاہر تطبیق دینے کے لئے مفسرین نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ اگرچہ تمام امور کے متعلق فیصلے تو شعبان کی ۱۵ ویں رات کو ہی کر لئے جاتے ہیں اور یہ فیصلے فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں لیکن نفاذ کے لئے فرشتے ان کو لے کر لیلتہ القدر کی رات کو دنیا میں نازل ہوتے ہیں۔

اگر میں مولانا ثناء اللہ صاحب کی تفسیر ''مظہری''، مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی تفسیر ''بیان القرآن'' اور مفتی محمد شفیع صاحب کے ''معارف القرآن'' میں سے ان تفصیلات اور تشریحات کو سنانا شروع کروں تو آپ سن کر حیران ہوں گے کہ قرآن مجید کو چھوڑ کر انہوں نے کیا کیا کہانیاں قرآن مجید کی تفسیروں میں شامل کر لی ہیں۔

مثلاً ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' ترجمہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مولانا محمد احمد رضا خان قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ میں ''شب قدر و نزول قرآن'' کے عنوان کے تحت اس بارے میں لکھا ہے: ''جمہور مفسرین کا قول ہے کہ برکت والی رات سے شب قدر مراد ہے جو ۲۷ یا ۲۳ رمضان کو سارا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا۔ پھر وہاں سے حسب ضرورت ۲۳ برس کے عرصہ میں آنحضرت صلعم پر نازل ہوا۔ یہ جو فرمایا کہ اس رات کو ہر ایک امر کا فیصلہ ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ اس رات کو ہر ایک جاندار کی موت و حیات اور رزق کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس قدر باقی ہے اور اس قدر ختم ہو چکا ہے (ب)''۔

خواتین و حضرات! یہ تو تھی حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کا شب برأت کے متعلق بیان۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے متعلق فرمایا ہے **فعال لما یرید** کہ جو امر وہ کرنا چاہے فوری طور پر اس کو کر لیتا ہے (۱۱:۱۰۷) پھر ایک دوسری جگہ قرآن مجید فرماتا ہے **کل یوم ھو فی شان** کہ ہر لمحہ وہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے (۲۹:۵۵)۔ پھر قرآن مجید میں بار بار آتا ہے **ان اللہ علی کل شئی قدیر** کہ خدا کی قدرت ہر ایک شئی پر حاوی ہے یعنی کسی لمحہ کوئی چیز اس کی قدرت کی گرفت سے باہر نہیں۔ اس لئے یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ ایک سال کے لئے فیصلے کر کے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں بیان کردہ خدا کی صفات اور اس کی شان کے خلاف ہے۔

بہرحال اب میں اس بارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر ''عثمانی'' جس میں ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن (اسیر مالٹا) کا ہے جو مولانا عبیداللہ سندھی جیسے روشن خیال مفکر اسلام کے استاد بھی تھے، کی تفسیر و تشریح پیش کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں۔ ''اس رات میں قرآن کریم لوحِ محفوظ سے سماء دنیا پر اتارا گیا۔ پھر بتدریج ۲۳ سال پیغمبرؐ پر اترا نیز اسی شب میں پیغمبر پر اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔'' **من کل امر** کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''یعنی سال بھر کے متعلق قضا و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے عندالمتقدمین اس عظیم الشان رات میں ''لوح محفوظ'' سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالے کئے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی پندرہویں رات ہے جسے شب برأت کہتے ہیں ممکن ہے وہاں سے اس کام کی ابتدا اور شب قدر پر انتہا ہوتی ہو۔ واللہ اعلم'' ص ۶۴۳۔

پھر سورہ **القدر** کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعین کے لئے فرشتے آتے ہیں جیسے کہ سورہ

دخان میں گذرا یا **من کل امر** سے مراد ہو یعنی ہر قسم کے امور خیر لے کر آسمان سے اترتے ہیں" صـ۸۱ـ۷ـ۸۲،۷ـ

مفسرین کا شب برأت اور لیلتہ القدر کو الگ الگ راتیں ثابت کرنے کی اس ناکام کوشش سے متعلق دلچسپ توضیحات سننے کے بعد ذرا حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی سادہ لیکن واضح تفسیر کو سنیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ کون قرآن مجید کے دامن سے وابستہ ہیں اور کون روایات میں کھو گئے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب فرماتے ہیں:

"یہاں بعض لوگوں نے **من کل امر** سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دنیا کا حساب کتاب اور انتظام اس رات کو ہو جاتا ہے یہ صحیح نہیں۔ کل کا لفظ نسبتی ہے اس کا اطلاق موقعہ و محل کے لحاظ سے صرف ان امور پر بھی ہوتا ہے جو معرض بحث میں ہوں۔ مثلاً کسی دعوت کے موقعہ پر اگر یوں کہیں گے کہ کل آدمی آ گئے تو اس کے معنے یہ نہیں کہ ساری دنیا کے آدمی آ گئے بلکہ مطلب یہ ہو گا کہ وہ آدمی جن کو دعوت دی گئی تھی سب آ گئے۔ اسی طرح سورۂ ہود میں حضرت نوحؑ کو حکم ہوتا ہے **قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین** (۱۱:۴۰) اور ہم نے کہا کہ اس کشتی میں کل یعنی ہر ایک میں سے جوڑا جوڑا دو دو چڑھا لو۔ اس سے یہ مراد لینا کہ کل دنیا کے جانوروں میں سے جوڑا جوڑا چڑھا لوں۔ درست نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہی تھا کہ وہ جانور جن کی تمہیں ضرورت ہے ان میں سے ہر ایک میں سے جوڑا جوڑا چڑھا لو۔ اسی طرح یہاں **من کل امر** سے مرا یہ نہیں کہ سارے دنیا کے کام بلکہ مراد ہے ہر ایک روحانی برکت و نعمت جو ایک ایسی قابل قدر رات کے مناسب حال ہے جس میں قرآن نازل ہوا تھا۔ **الروح** سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو کلام الٰہی لے کر قلوب پر نازل ہوتے ہیں جن سے روحانی زندگی نصیب ہوتی ہے اسی لئے انہیں **الروح** کہا گیا۔ **سلام** کے معنے ہیں ہر خوف کے امر سے سلامتی۔ یعنی جو امور اس رات میں نازل ہوتے ہیں۔ ان میں انسان کی سلامتی مدنظر ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کو دیکھ لیں جو لیلتہ القدر میں نازل ہوا اس میں انسان کے لئے سلامتی کا پیغام ہے۔ اس کا مقصد وحید ہی یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے گناہ اور دکھ، شر اور مصیبت سے بچ کر سلامتی کا وارث ہو۔ اسی طرح جو شخص بھی اس رات سے فائدہ اٹھائے گا اور عبادت اور جدوجہد کے ذریعہ اس رات اپنے قلب کو اس قابل بنائے گا کہ اس پر عالم روحانی کے تاثرات پڑ سکیں تو ضروری ہے کہ ملائکہ اور روح یعنی مکالمات الٰہیہ اور برکات روحانی کا نزول اس کے قلب پر اس شان سے ہو کہ اس کی روح گناہوں کے جکڑبند سے نکل کر سلامتی کی وارث ہو جائے اور دکھوں کا خاتمہ ہو کر ہمیشہ کی سلامتی کا انعام اسے مل جائے۔" (انوار القرآن صـ۱۹۳ـ)

لیلتہ القدر سے ہٹ کر اب میں روزہ کے بنیادی مقصد صبر و تحمل کی طرف آتا ہوں۔

قولوا للناس حسنا و اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ یعنی لوگوں کو اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو (۲:۸۳)

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن یعنی اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلا اور ان کے ساتھ اس طریق سے بحث کر جو نہایت عمدہ ہو (۱۶:۱۲۵)

میں نے سورت بقرہ اور سورۃ النحل کی دو آیات کی تلاوت کی ہے ان کے الفاظ اور معانی سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا تعلق ہماری گفتگو کے انداز میں تحمل اور شائستگی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیسی پیاری تعلیم دی ہے کہ زندگی کا کوئی پہلو چھوڑا نہیں جس کے متعلق ہدایت نہ دی ہو مثلاً ہماری گفتگو کا انداز، ہمارا کردار، ہمارا روزی کمانا، دوسروں کی بھلائی کے لئے خرچ

کرنا، ایک دوسرے کا احترام کرنا، ایک دوسرے کے خیالات کو صبر و تحمل سے سننا اور ایک دوسرے تک خوبصورتی اور بردباری سے بات کو پہنچانا۔ پھر ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدردانی کرنا۔ کمزوریوں کو یا تو درگزر کرنا یا پھر احسن طریق پر اس کی اصلاح کرنا۔ دین اسی رنگ میں ہمارے لئے سلامتی ہو سکتا ہے۔ اسی طریق پر بھلائی پھیل سکتی اور برائی دور ہو سکتی ہے۔ محبتیں پروان چڑھ سکتی ہیں اور نفرتیں دور ہو کر اتحاد اور استحکام پیدا ہو سکتا ہے۔ خود رسول خدا، رحمت للعالمین کو اللہ تعالیٰ اس بارے میں خاص ہدایات دیتا ہے۔ خدارا ان الفاظ کو غور سے سنیں اور اپنے روزمرہ کی زندگی کے معاملات اور بحث و تمحیث میں اس طریق کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لا انفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفرلهم (۱۵۹:۳) سو اللہ کی رحمت سے تو ان کے لئے نرم ہے اور اگر تو سخت کلام، سخت دل ہوتا تو تیرے اردگرد سے بکھر جاتے۔ پس ان کو معاف کر اور ان کے لئے بخشش مانگ۔

اس جماعت کو، اس کے مقاصد کو ترقی دینے اور اس کی شہرت آگے بڑھانے کے لئے ہمارے بزرگوں نے سخت محنت اور بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ کسی نے قلم سے اس کی خدمت کی۔ کسی نے انجمن کے تعلیمی اداروں کو اپنی محنت اور خلوص سے سنوارا۔ کسی نے مال دینے اور مال کو اکٹھا کرنے میں قابل قدر محنت، قربانی اور فراخدلی کی مثال قائم کی۔ کسی نے لٹریچر کی طباعت اور ترسیل میں دن رات ایک کر دیئے۔ تو کسی نے تبلیغ کے میدان میں اہل و عیال کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلعم کے پیغام کو دوسرے ممالک میں پہنچایا۔ ان سب کے خلوص، ان سب کی بے لوث خدمات اور قربانیاں اور ان سب کے صبر و تحمل نے انجمن کے کام کو، انجمن کے نام کو اور اس کی شہرت کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔

گزشتہ سال مجھے گیانا، جنوبی امریکہ کے جزیرہ "بربیس" جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم اس جزیرہ کے دور دراز گاؤں میں گئے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور ایمان کو تقویت بھی پہنچی کہ ایسی جگہیں جہاں کے لوگ تو اتنے متمول نظر نہ آتے تھے لیکن مساجد نہایت صاف ستھری اور خوبصورت تھیں اور ان کے باہر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور کے بورڈ لگے ہوئے تھے۔

تو بھائیو اور بہنو، ہم جو ان اولوالعزم اور جوان ہمت بزرگوں کی اولاد ہیں۔ ہم جو ان کے نیک کاموں کو آگے بڑھانے کی خواہش رکھتے ہیں ہم پر بھاری ذمہ داری ہے۔ اس قیمتی ورثہ کو قائم و دائم رکھنے پر خود ہماری بقا اور فلاح کا انحصار ہے۔ خدارا اپنی نظروں اور ارادوں کو بلند رکھیں۔ اپنی گفتار و کردار اور عزم میں بلندی پیدا کریں۔ انسانی جسم فانی ہے۔ صرف اس کے نیک اعمال اور دوسروں سے خیرخواہی ہی اس کی اِس زندگی کو کامیاب بنا سکتی ہیں اور انہیں کے ذریعہ اُس کی اخروی زندگی کو بقائے دوام حاصل ہو گا۔ نوجوان ہی بزرگوں کے قیمتی ورثہ کو آگے بڑھانے والے اور اس کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ ان کی تعمیر اور حوصلہ افزائی ہمارے فرائض میں سے ہے۔

لاہور میں پروفیسر اعجاز احمد صاحب، عامر عزیز صاحب، عابد عزیز صاحب اور چوہدری ناصر احمد صاحب۔ کراچی میں راجہ ابوبکر صاحب۔ سیالکوٹ میں سلطان سکندر صاحب۔ راولپنڈی میں ظہور الرحمٰن صاحب۔ پشاور میں بشیر احمد خاں صاحب، سفید ڈھیری، پشاور میں فاروق احمد صاحب۔ ایبٹ آباد میں ڈاکٹر مجاہد سعید صاحب۔ شیخ محمدی، پشاور میں بشارت احمد صاحب۔ بنوں میں صاحبزادہ محمد یحیٰی خاں صاحب اور چک نمبر ۸۱ سرگودھا میں اسداللہ صاحب۔ یہ سب ہمارا مستقبل ہیں ان کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی

مرکزی انجمن اور ہم سب کا فرض اولین ہونا چاہئے۔ ذمہ داریاں سونپنے سے ہی کمیوں کا پتہ چلتا ہے اور ان کو دور کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے ان کو زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کریں انشاء اللہ یہ قابل اور پر اعتماد نوجوان مستقبل کے معمار ثابت ہوں گے۔

ہر مسجد خدا کا گھر ہے۔ اس کا احترام محض خدا کی خاطر کریں۔ خطبہ یا تقاریر کے دوران گفتگو سے پرہیز کریں۔ خدا کے ذکر کو یکسوئی اور دلجمعی سے سنیں۔ ان سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو نمازیوں کو ناگوار گزرے مثلاً اگر خطبہ یا نماز کے دوران موبائل کی گھنٹی بند کر دی جائے تو کتنا اچھا ہو۔ قرآن مجید کے الفاظ **فاسعوا الی ذکر اللہ** (۶۲:۹) یعنی خدا کے ذکر کی طرف جلدی اور کوشش کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں۔ دنیاداری کے خیالات اور معاملات کو چھوڑ کر خانہ خدا میں آئیں اور خدا کی رحمتوں اور برکتوں سے جھولیاں بھرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہ رمضان کے مبارک مہینہ کا آج آخری جمعہ ہے اور شاید اس ماہ مبارک کا آخری دن۔ اس کو جمعۃ الوداع بھی کہا جاتا ہے۔ وداع ہوتے وقت جو باتیں کہی جائیں وہ وداع ہونے والے اور وداع کرنے والوں سب کو خوب یاد رہتی ہیں۔ میں اور ہم سب مل کر یہ دعا کریں کہ ہم اس مبارک مہینہ کے بعد زندگی میں نیکی کی طرف پہلے سے زیادہ قدم بڑھانے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو، ہماری اولاد کو، دوست احباب کو اور ملت اسلامیہ کو نئی شروع ہونے والی صدی میں حفظ و امان اور برکت سے نوازے۔ مسلمانوں کی دستگیری فرمائے اور ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

قاہرہ سے یہ تکلیف دہ خبر آئی ہے کہ ہماری نہایت محترم اور مجاہدہ بہن محترمہ ثمینہ ساہو خان کو قاہرہ کے ہوائی اڈہ پر کسی مسافر کے سامان کے ٹکرا جانے کی وجہ سے ان کی ایک ٹانگ کا فریکچر ہو گیا ہے اور ان کو پلاسٹر لگوانا پڑا ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ سب آج بھی اور اپنی نمازوں میں اس محترم بہن کی جلد صحت یابی کے لئے درد دل سے دعائیں کریں۔ اللہ ان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

○ یادرفتگاں: محترم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب مرحوم و مغفور

محترم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب مرحوم و مغفور ایک درویش صفت صاحب قلم بزرگ تھے جو اردو اور انگریزی دونوں میں قسلم برداشتہ لکھتے اور بولتے تھے۔ انہوں نے ہفتہ وار اخبار "لائٹ" اور سہ ماہی رسالہ "مسلم ریواول" کے مدیر کی حیثیت سے، امام شاہجہان مسجد، ووکنگ، انگلستان، ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول، برانڈرتھ روڈ لاہور اور پھر ہند و پاکستان کے معروف انگریزی روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے مدیر کی حیثیت سے جو گرانقدر دینی اور تعلیمی خدمات سرانجام دیں اس سے تو ہم کافی حد تک واقف تھے اور جس کا اجمالی خاکہ ہم اسی خبرنامہ میں الگ سے شائع کر رہے ہیں لیکن نہایت جوانی کے عالم میں ایک نہایت شاندار مستقبل کو قربان کر کے ایک دور افتادہ گاؤں کے سکول میں بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے ان کی بے لوث، حیران کن اور ناقابل فراموش خدمت کے عزم کے اس بظاہر پوشیدہ باب کا علم ڈاکٹر فرید بخش مرحوم کی سوانح حیات سے ہوا۔ کتاب "پنجاب کا سرسید، عظیم مجاہد۔ ڈاکٹر فرید بخش مرحوم" میں سے محترم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کی زندگی کا یہ نافراموش باب قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

مختصر حالات زندگی: مولانا محمد یعقوب خاں صاحب

آپ کی پیدائش ۱۸ ستمبر ۱۸۹۱ء پیر پیائی ضلع پشاور میں ہوئی۔ ایم اے کرنے کے بعد بی ٹی کی ٹریننگ حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ ۱۹۲۱ء میں پہلی بار انگلستان تشریف لے گئے وہاں ماہنامہ اسلامک ریویو کے جملہ انتظامات اور مشن کے شعبہ طباعت و اشاعت کا کام سنبھالا ایک سال کے لئے لندن پریز ہاؤس کے انچارج رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی کتب "سیرت خیرالبشر" اور "تاریخ خلافت راشدہ" اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب "راز حیات" کا انگریزی ترجمہ کیا۔ خواجہ صاحب مرحوم جب اس سال جون میں مشرقی ممالک کے دورے پر تشریف لے گئے تو خان صاحب موصوف نے ان کی جگہ سنبھالی۔ ستمبر ۱۹۲۳ء میں دو سال کے بعد واپس لاہور تشریف لائے اور مارچ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۸ء تک انگریزی ہفت روزہ "لائٹ" کے ایڈیٹر رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بلند پایہ انگریزی سہ ماہی رسالہ اسلامک ریواول کی ادارت بھی کی۔ جولائی ۱۹۳۰ء میں ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور اور مینجر سکولز مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۹۵۰ء سے لاہور کے مشہور انگریزی روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے اور جنوری ۱۹۵۴ء میں اس کے چیف ایڈیٹر بنا دیئے گئے۔ ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ مفسر قرآن کی وفات پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے صدر منتخب ہوئے۔ ستمبر ۱۹۵۶ء میں دوسری دفعہ امام شاہجہان مسجد، ووکنگ انگلستان کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ ایک سال کے بعد واپس پاکستان تشریف لے آئے۔ پھر تشریف لے گئے۔ دوبارہ جون ۱۹۶۱ء میں شاہجہان مسجد کے امام رہے۔ اس دوران آپ نے انگریزی ترجمۃ قرآن از مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے پانچویں ایڈیشن کی طباعت کا کام سرانجام دیا۔ انگریزی میں آپ کی مشہور کتب گولڈن ڈیڈز آف اسلام اور ڈاٹر آف سمرنا ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے متعدد انگریزی کتابچے مختلف اہم موضوعات پر لکھے۔

ڈاکٹر فرید بخش کی سوانح حیات سے اقتباس

"مگر یہاں تو ایک جنون طاری تھا۔ جس نے ڈاکٹر صاحب کو نچلا نہ بیٹھنے دیا، ذرا صحت یاب ہوتے ہی پھر وہی بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ زر چندہ کی قلت کے باعث کئی مہینوں سے اساتذہ کی تنخواہیں رکی پڑی تھیں لہذا ڈاکٹر فرید بخش خدا کے بھروسے پر چل نکلے اور زر چندہ وصول کر کے استادوں کی تنخواہیں ادا کر دیں۔ ادھر سکول سٹاف کو بہتر بنانے کا سودا بھی دماغ میں سمایا ہوا تھا، اتفاق سے ایک دن میاں اللہ بخش (چیف کنزرویٹر محکمہ جنگلات) جو ان دنوں لاہور گورنمنٹ کالج میں ابھی فرسٹ ایئر کے طالب علم تھے اور ۱۹۱۵ء میں موسم گرما کی تعطیلات پر گھر آئے ہوئے تھے انہوں نے ڈاکٹر فرید بخش کو مشورہ دیا کہ:

"اگر آپ اپنا سکول کامیابی سے چلانا چاہتے ہیں تو آپ لاہور جا کر ایف سی کالج سے خان یعقوب خان کو کسی طرح اپنے سکول میں بحیثیت ہیڈ ماسٹر لے آئیں تو یقیناً آپ کے سکول کا نظام درست ہوتے ہی اسے مڈل تک کے لئے منظور کر لیا جائے گا۔"

ہیڈ ماسٹر یعقوب خان

تجویز بڑی معقول، لیکن معاملہ بڑا بے ڈھب سا تھا کیونکہ یعقوب خان صاحب ایم اے کے طالب علم تھے، اور امتحان میں ابھی دو ماہ باقی تھے۔ ڈاکٹر فرید بخش کے سر پر تو ایک دھن سوار تھی۔ لہذا بغیر وقت ضائع کئے ایک موہوم سی امید کا سہارا لے کر اس مہم کو سر کرنے کے لئے لاہور چل دیئے۔ ایف سی کالج پہنچ کر یعقوب خان سے ملے۔ پہلے تو انہوں نے ڈاکٹر فرید بخش کی درخواست کو کوئی اہمیت نہ دی اور خاموشی سے بغیر کوئی جواب دیئے وہاں سے چلے گئے۔

شام کو واپس آئے تو ڈاکٹر صاحب کو بدستور ہوسٹل کے دروازے پر بیٹھے پایا۔ بہت حیران ہوئے اس وقت یعقوب خاں بالکل نو عمر تھے اور ان کی عمر زیادہ سے زیادہ بیس سال کی ہو گی۔ مگر قدرت نے انہیں درد دل کی نعمت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ ڈاکٹر فرید بخش کو کہنے لگے:

"جناب میں تو ابھی طالب علم ہوں اور مزید تعلیم کے لئے انگلستان جانا چاہتا ہوں۔ آپ اپنے سکول کے لئے کسی اور شخص کو منتخب کر لیں۔"

یہ کہہ کر یعقوب خان صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو ایک دوست بھی تھے جو دیر تک بیٹھے رہے۔ جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو یعقوب خان صاحب نے ڈاکٹر فرید بخش کو کمرے کے باہر بدستور دھرنا مارے ہوئے دیکھا۔ اس پر انہوں نے کچھ پریشان سے ہو کر کہا:

"آپ ناحق تکلیف کر رہے ہیں جناب! میرا آپ کے ہمراہ جانا ناممکن ہے، کیونکہ ابھی میرے سامنے اپنا مستقبل اور تعلیم کی تکمیل کا سوال ہے۔"

اب کے ڈاکٹر فرید بخش نے جواب دیا:

"میں ایک پختہ ارادہ لے کر آپ تک پہنچا ہوں۔ اگر آپ ولایت سے مزید تعلیم کی کوئی اعلیٰ ڈگری لے آئیے گا تو اس سے صرف آپ کی ذات کو مفاد پہنچے گا۔ اس کے برعکس اگر آپ میرے سکول کی معاونت کیجئے گا تو اس سے کافی انسان معراج انسانیت کو چھو لیں گے۔ لہذا میں انسانیت کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ آپ انسانیت نوازی میں میرا ساتھ دیں۔ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ یا تو اپنے سکول کے لئے آپ کو بحیثیت ہیڈ ماسٹر ہمراہ لے کر جاؤں گا ورنہ یہیں بھوک ہڑتال کر دوں گا تاکہ ناکام نہ لوٹوں۔ لہذا یا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر جاؤں گا، ورنہ اسی جدوجہد میں جان دے دوں گا۔"

یعقوب خان صاحب ڈاکٹر فرید بخش کے اس آہنی عزم کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ ان کے درد بھرے دل میں یکایک ملک و ملت و انسانیت کی خدمت کا بے پناہ جذبہ جاگ اٹھا۔ ذرا دیر دل و دماغ کی کشمکش کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے جملہ مفاد کو چھوڑ کر محض انسانیت کی خاطر ڈاکٹر فرید بخش کے ہمراہ ۳۳۳ چک میں چلے جائیں گے۔ رات زیادہ ہو رہی تھی، لہذا انہوں نے ڈاکٹر فرید بخش کو اپنے کمرے میں سلا دیا اور علی الصبح اپنے پرنسپل مسٹر مارٹن کی خدمت میں درخواست لکھ کر بھیج دی "کہ میں ہوسٹل چھوڑنا چاہتا ہوں۔"

مگر مسٹر مارٹن بھی بڑے جہان دیدہ اور مردم شناس انسان تھے۔ خان یعقوب خان کالج کے لائق و ذہین ترین طالب علم فٹ بال کے کپتان اور بہترین مقرر تھے۔ لہٰذا انہوں نے یعقوب خاں کی درخواست کو در خور اعتنا نہ سمجھا، اور انہیں اپنے پاس بلا کر اس خیال خام سے باز رہنے کی تاکید کی لیکن ڈاکٹر فرید بخش کے عزم و گفتار کا جادو مکمل طور پر اثرانداز ہو چکا تھا۔ اس لئے یعقوب خان صاحب نے جواب دیا کہ میں بھی ڈاکٹر صاحب کی طرح اپنی زندگی خدمتِ خلق کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر مسٹر مارٹن نے اسے پاگل پن گردانا اور اس خیال کو کسی نہ کسی طرح خان صاحب کے دل و دماغ سے نکال پھینکنے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔

یعقوب خان صاحب صوبہ سرحد پیر پیائی نوشہرہ، ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ ان کے خاندان کی بے شمار فوجی خدمات تھیں جن کے صلے میں سرحد کے چیف کمشنر "راس کیپل" یعقوب خان صاحب کو سرکاری اخراجات پر مزید تعلیم کے لئے یورپ بھیج رہے تھے۔ اس لئے مسٹر مارٹن کو یعقوب خاں صاحب کا مستقبل بہت درخشاں نظر آ رہا تھا۔ لہٰذا انہوں نے ایک چھوٹے سے دیہات کے مڈل سکول کی ہیڈ ماسٹری کی خدمت کو ان کے لئے بالکل ناپسند کیا اور سختی سے ان کی درخواست رد کر دی۔

ادھر یعقوب خان صاحب اپنے عزم کی تکمیل کے لئے ہر قسم کا عظیم نقصان برداشت کرنے کے لئے بسر و چشم تیار تھے۔ اس موقعہ پر خان صاحب کے اساتذہ، جگری دوستوں اور بہت سے ہم کلاسوں نے بھی انہیں اس ارادے کی تکمیل سے باز رہنے کو کہا۔ مگر انہوں نے سب کی سنی ان سنی کر کے اپنے ارادے کو تقویت دی اور پرنسپل مسٹر مارٹن کی اجازت حاصل کئے بغیر چپ چاپ لاہور کو خیرباد کہہ کر ڈاکٹر فرید بخش کے ہمراہ ۳۳۳ چک میں آ گئے اور نہایت خلوص کے ساتھ سکول کے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے اس کا انتظام سنبھال لیا اور چند ہی مہینوں میں سکول کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔ مگر اس تگ و دو میں ڈاکٹر فرید بخش پھر بخار کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔

سکول کا معائنہ

دستور کے مطابق لالہ سندر داس سوری ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز دوسرے سال پھر سکول کا معائنہ کرنے آئے تاکہ حالات اگر تسلی بخش ہوں تو اسے منظور کر لیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب اور ہیڈ ماسٹر یعقوب خاں نے پورے اہتمام کے ساتھ لالہ سندرداس سوری کا شایان شان استقبال کیا۔ جب وہ سکول کا معائنہ ختم کر کے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے ڈاکٹر فرید بخش سے ہاتھ ملایا جو بخار کی شدت سے جل رہا تھا۔ لالہ سندرداس کے استفسار پر ڈاکٹر فرید بخش نے بڑی جرأت و استقلال کے ساتھ جواب دیا:

"رائے صاحب! آپ ہی نے گذشتہ سال سکول کے خلاف رپورٹ لکھ کر مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب تو میں اپنی زیست سے ایک حد تک مایوس ہو چکا ہوں۔ لہٰذا اب کے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر امسال بھی آپ نے پرانی پالیسی پر عملدرآمد کیا تو میں ملتان پہنچ کر آپ کی کوٹھی کے سامنے مرن برت رکھ کر بیٹھ جاؤں گا اور صرف دو چار دنوں ہی میں میری زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا۔ مگر یاد رکھیے میری موت کے بعد لازماً آپ کو میرا سکول منظور کرنا پڑے گا۔ تاکہ آپ لوگوں کی ملامت سے محفوظ رہ سکیں۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں نے اپنی بساط کے

مطابق سکول کی فلاح کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔"
کہتے ہیں دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ لہٰذا لالہ سندرداس بھی ڈاکٹر صاحب کی گفتگو سن کر ششدر رہ گئے۔ حالانکہ امسال بھی ان کی نیت خراب تھی مگر ان کا دل پشیمان ہونے لگ گیا۔

پرائمری کو مڈل سکول بنادیا گیا

لالہ سندرداس بے طرح پیچ گئے اور سکول سے باہر جانے کے بعد دوبارہ سکول میں واپس آ گئے سکول کی "رائے بک" منگوا کر اس میں بہترین نوٹ لکھا اور لوگوں کے اجتماع میں آکر پرائمری سکول کو مڈل بنا دینے کا اعلان کر دیا۔ (صفحات ۶۴ تا ۶۹)

بلا تبصرہ

اشاریہ تفہیم القرآن: مرتبین ڈاکٹر خالد علوی اور ڈاکٹر جمیلہ شوکت، شائع کردہ ادارہ ترجمان القرآن پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور ۱۹۹۳ء

قرآنی ترجموں کے ساتھ ملحق فہارس

قرآن پاک کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ مترجمین نے اپنے اپنے انداز سے قارئین کے لئے سہولتیں پیدا کیں۔ یورپ میں علمی استفادہ کے لئے جو منہاج اختیار کیا گیا اس میں فہارس اور اشاریوں کا استعمال بھی ہے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ فلوگل نے انیسویں صدی کے وسط میں قرآنی الفاظ کی فہرست تیار کی تھی۔ اسی دور میں مترجمین قرآن نے ترجمے کے اختتام پر اشاریے دینا شروع کئے۔ ظاہر ہے کہ یہ اشاریے مترجم کی صوابدید کے مطابق ہوتے۔ مثلاً سیل (Sale) نے ترجمۂ قرآن کے آخر میں دس صفحات کا اشاریہ دیا جسے مضامین کی فہرست ہی کہنا چاہئے۔ وہ لکھتے ہیں:

An index of the principal matters contained in the Koran and notes therein.

سیل (Sale) کا یہ ترجمہ ایڈنبرا (Edinburgh) سے .Morrison Scibbo Ltd کے زیر اہتمام چھپا تھا۔ دیگر یورپی ترجموں میں بھی اشاریے موجود ہیں۔ برصغیر پاک و ہند سے جو انگریزی ترجمے چھپے ہیں ان میں مولوی محمد علی لاہوری اور علامہ عبداللہ یوسف علی کے تراجم قابل ذکر ہیں۔

اردو تراجم میں مرحوم ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ بھی مضامین کی فہرستیں موجود ہیں لیکن یہ فہرستیں بھی مختصر اور جامع نوعیت کی ہیں۔ قرآنِ پاک کے متن و ترجمہ کے ساتھ فہارس دینے کا عمل انیسویں صدی سے جاری ہے۔ دو ایک اہم کاوشوں کا ذکر مناسب ہو گا۔

The Holy Qur'an

انگریزی ترجمہ مع اشاریہ مولوی محمد علی لاہوری نے مرتب کیا اور انجمن احمدیہ، لاہور نے شائع کیا۔ اشاریہ اکتیس صفحات پر

مشتمل ہے اور حروفِ تہجی کے لحاظ سے مرتب ہے۔ یہ اشاریہ درحقیقت ان وضاحتوں پر مشتمل ہے جو مترجم نے مختلف مقامات پر کی ہیں اس لئے اشاریہ کے سرنامہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

Arabic words and phrases explained. The number indicates the number of the footnote.

بلاشبہ یہ ایک مفید اشاریہ ہے۔

The Holy Qur'an

علامہ عبداللہ یوسف علی کا یہ ترجمہ پوری دنیا میں متداول ہے اور کئی اداروں نے اسے اپنی طرف سے شائع کیا ہے۔ اس ترجمہ کے آخر میں چالیس صفحات پر مشتمل مفصل اشاریہ موجود ہے۔ مترجم نے اشاریہ کے ضمن میں کہیں وضاحت نہیں کی تاہم یہ الفاظ و مضامین کا اشاریہ ہے۔

Der Koran Ubersetzung Kommentar Und Konkordanz

مؤلف Paret Rudi ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ یہ اشاریہ اور تفسیر قرآن جرمن زبان میں ہے۔

کشف الآیات و کشف المطالب

محمد بن علی زین العابدین الحلاتی نے مرتب کیا اور کتاب فروشی و چاپ خانہ محمد علی کے زیر اہتمام تہران سے ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوا۔

قرآنِ پاک کے متن کا فارسی ترجمہ ہے اور اس کی ابتداء میں کشف المطالب کے نام سے فہرست ہے جس میں الفاظ و معانی کی وضاحت ہے۔ اس کے ساتھ ہی بعض رسائل شامل ہیں۔ مثلاً تجوید القرآن، روائح الغیب مؤلفہ غنی بن عبدالرزاق عبدالنبی اور شجرہ تجوید القرآن مرتبہ مرزا محمد علی وغیرہ۔ کتاب کے آخر میں کشف الآیات ہے جو ایک مفصل اشاریہ ہے۔ دیباچہ اور اختتامیہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فلوگل کی نجوم الفرقان کے ردعمل کے طور پر لکھی گئی ہے۔ دیباچہ و اختتامیہ میں ابوالنصر ناصرالدین شاہ قاچار کی خوشنودی کا ذکر ایرانی انداز میں ہے۔(۴۱)

قرآنِ کریم مع تفسیر و بیان مفردات القرآن

دارالرشید، بیروت، دمشق سے طبع ہوا ہے۔

بڑے اور چھوٹے سائز پر عثمانی رسم الخط میں ان خوبصورت نسخوں کے حاشیہ پر اسباب النزول طبع ہوئی ہے اور آخر میں قرآنِ کریم کے الفاظ کی فہرست شامل ہے۔ اس طرح یہ ایک بہت ہی مفید اور حوالہ کی فوری دستیابی کا شاندار نسخہ ہے۔ اس میں مختصر تفسیری وضاحتیں بھی ہیں۔ فہرست کی تیاری کا کام محمد حسن الحمصی نے کیا۔ فہرست بنیادی طور پر تفسیر کی فہرست ہے لیکن قرآنی الفاظ و مواضیع کی محتوی ہے۔

اردو تفاسیر و فہارس

مسلمانوں نے اپنے تصنیفی منہاج میں قاری کے لئے بڑی سہولتیں رکھی تھیں۔ تدوین علوم پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ تصنیفات کو ابواب و فصول کی واضح تقسیم اور علامات و مختصرات (abbreviations) کے علاوہ حوالوں کا بھی اہتمام کیا۔ یہ

درست ہے کہ حوالہ کا طریق جدید اسلوب سے مختلف تھا لیکن اچھے مصنّفین ہمیشہ مصنف اور کتاب کا حوالہ ضرور دیا کرتے۔ بعض اوقات ابواب و فصول کا تذکرہ بھی ہوتا۔ یورپ میں تحقیق و تصنیفی اسلوب میں نئی ترتیب متعارف کی گئی جس کا اثر پوری دنیا پر پڑا جیسے کتاب، باب، صفحہ اور ایڈیشن وغیرہ۔ مسلمان مصنّفین کے ہاں کتابوں کی ابتداء میں محتویات کی فہرستیں دینے کا رواج رہا لیکن جدید اسلوب میں اشاریوں کو خاصی اہمیت دی گئی۔ مضامین، اسماء، اماکن وغیرہ کے اشاریے تصنیفات کے آخر میں دیئے جانے لگے۔ اشاریوں کی شمولیت جس طرح دوسری کتابوں کے لئے ضروری سمجھی گئی اسی طرح قرآن کے لئے بھی۔ جب مترجمین قرآن نے اسے اپنایا تو دائرہ وسیع ہو کر تفسیر تک پہنچا اور بعض جدید مفسرین نے وسیع افادہ کے لئے اسے اپنایا۔

مثلاً مولوی محمد علی لاہوری نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں جہاں لغات القرآن کا ضمیمہ آخر میں دیا وہاں مضامین تفسیر کا اشاریہ بھی دیا اور دونوں کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا۔ بیان القرآن تین جلدوں میں چھپی اور ہر جلد کا الگ اشاریہ ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۲۲ء میں چھپی۔ کتاب کے آغاز میں فہرست مضامین بھی ہے جو ہر سورت کے لحاظ سے وضع کی گئی ہے۔

اہم اردو تفاسیر میں فہرست مضامین تو موجود ہے جو ہر سورت کے مضامین کو واضح کرتی ہے لیکن مفصل اشاریہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ حافظ نذر احمد صاحب نے تفسیر ماجدی کا اشاریہ ترتیب دیا ہے جسے تاج کمپنی نے چھاپا ہے اور اس کی ناشر مسلم اکادمی، محمد نگر، لاہور ہے۔ یہ اشاریہ الفاظ و مضامین اور اسماء و اماکن پر مشتمل ہے۔

حافظ محترم پیش لفظ میں رقم طراز ہیں:

"تفسیر ماجدی گوناں گوں خوبیوں کی حامل ہے۔ اسے قدیم و جدید تفسیروں کا مجمع البحرین کہا جا سکتا ہے --- ان گوناگوں خوبیوں کے باوجود تفسیر ماجدی کا کوئی انڈکس (اشاریہ) نہیں۔"

حافظ صاحب محترم نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے ۲ سال ۱۲ دن میں یہ انڈکس تیار کیا۔ پیش لفظ میں درج تاریخ ۱۹۷۱ء ہے جو غالباً طبع اول کی تاریخ ہے۔ یہ اشاریہ بڑی تقطیع میں ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

تفسیر ماجدی کے اس اشاریہ کے سوا کسی اور تفسیر کا مکمل اشاریہ اس وقت موجود نہیں تھا۔

اردو کی جدید تفسیروں میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ترجمان القرآن، مولانا امین احسن اصلاحی کی تدبر قرآن، مفتی محمد شفیع کی معارف القرآن، مولانا ادریس کاندھلوی مرحوم کی معارف القرآن وغیرہ کی ہر جلد کی ابتداء میں فہرستیں موجود ہیں لیکن وہ فہارس محتویات ہیں معروف معنوں میں اشاریے نہیں۔ (صفحات ۳۰ تا ۳۳)

○ دین کو دنیا پر مقدم کریں از چوہدری ناصر احمد ایم اے، ایم ایڈ

صد واجب الاحترام حضرت امیر، صدر سالانہ دعائیہ، محترم بزرگو، خواتین، نوجوان دوستو اور پیارے بچو السلام علیکم!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج پھر ہم بحیثیت جماعت رب العزت کے دربار میں سرنگوں ہیں اور اپنی مشکلات کا حل اسی ذات واحد سے چاہتے ہیں۔ دراصل ان چار دنوں میں ہم روحانی بصیرت اور ایمان کی تقویت حاصل کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے فکر و عمل میں دین کی روح زندہ رہے۔ دور حاضر ذہنی، فکری، مالی، معاشرتی اور مذہبی افراتفری کا زمانہ ہے۔ تحریک احمدیہ کے

افراد کو حضرت مجدد اعظم نے یہ فریضہ سونپا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عشق حقیقی دلوں میں پیدا کریں ورنہ ؎

عشق اپنا مقام رکھتا ہے
تو وفا کر یا بے وفائی کر

انسانی اذہان کیوں پریشاں ہیں انسانی فکر و نظر اور سوچ مثبت کی بجائے کیوں منفی رویہ اختیار کر رہا ہے اس کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے چند واقعاتی اور علمی حقائق کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

(۱) اسلامی دنیا کے معروف مفکر مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب رسالہ "تسلیم" جولائی ۱۹۵۵ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں "احراری تحفظ ختم نبوت کی آڑ میں خدا اور رسولؐ کے نام پر محض اپنی اغراض کے لئے کھیلنے والا گروہ جس نے مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کیا ہے"۔

(۲) حقیقت جہاد کے بارے میں رسالہ "چراغ راہ" میں حضرت مولانا لکھتے ہیں "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے ممالک کو اپنے اصول و مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔"

حضرات گرامی قدر، اسلام کے آفاقی تعلیمات کے متعلق تنگ نظری اور جبر کے رویہ نے مغربی مفکروں اور سیاست دانوں کو اسلام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلانے کا موقع فراہم کیا۔ ان غلط خیالات اور رجحانات کو دور کرنے کے لئے جدید علم کلام کی ضرورت تھی جو بانی تحریک احمدیت نے قرآن مجید کو بنیاد بناتے ہوئے فراہم کیا۔ اور مسلمانوں کے ذہن میں مغربی اعتراضات سے نمٹنے کے لئے یقین و علم کا ایک نیا جذبہ فراہم کیا۔

کوئی تو خیمہ امید آ کے نصب کرے
پڑی ہیں ڈھیریاں الجھی ہوئی طنابوں کی

ان الجھی ہوئی طنابوں کو کھولنے کے لئے حضرت مسیح موعود نے مغرب میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب "فتح اسلام" بار دوم صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں:

"اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیساکہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا ضروری ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھودیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے اس اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے"

صدر گرامی قدر، حضرت مرزا صاحب کی تحریک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لگایا ہوا پودا ہے اس لئے اغیار بھی اس کی عظمت کو ماننے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی تصنیف "براہین احمدیہ" کے بارے میں اہل حدیث لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی ہے اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔"

حضرت مسیح موعود کے بعد ان کے روحانی ورثاء حضرت مولانا نورالدین اور حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ان کے مشن کو کماحقہ آگے بڑھایا۔ مجدد اعظم کے فرزند روحانی حضرت مولانا محمد علی صاحب کی وفات پر مولانا عبدالماجد دریاآبادی لکھتے ہیں:

"مرحوم کی خدمات اسلامی کا انکار کرنا دن کی روشنی میں آفتاب کے وجود سے انکار کرنا ہے آج سے ۲۱ سال پہلے جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے زہر الحاد میں غرق تھا۔ مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن نے ہی میری دستگیری کی ورنہ خدا معلوم کتنی اور مدت میں بھٹکتا رہتا اور میری طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہو گا"

معزز خواتین و حضرات! پھر تحریک احمدیت پر ایسا وقت آیا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کے روحانی جانشینوں کے معتقدات اور نظریات کے متعلق انتہائی غلط اور گمراہ کن تاثرات دیئے جانے لگے تو اس روحانی تحریک کے لاہور میں پاک ممبران نے اس گمراہی کے آگے بند باندھ دیئے اور **کونو مع الصادقین** کا عملی نمونہ پیش کیا۔

(۱) مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفہ قادیان (انوار خلافت) میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء تک حضرت مرزا صاحب کو سمجھ نہ آسکی کہ ان کا دعویٰ کیا ہے۔

خلافت شخصی اور مذہبی پیشوائیت کی مضبوطی اور ترقی کا راز صرف اس بات میں مضمر ہوتا ہے کہ دوسرے گروپوں سے نفرت شدید سے شدید تر کر دی جائے اور یہی اصول اکابرین تحریک سے کیا گیا۔

خلافت کو مزید مضبوط کرنے کی خاطر حضرت مسیح موعود کی انجمن کے بنائے ہوئے قاعدوں کو بدل کر رکھ دیا گیا۔ مثلاً حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے "الوصیت" کے تحت وضع کردہ قواعد کے تحت انجمن کا قاعدہ نمبر ۱۸ یوں تھا "ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخوں کے لئے حضرت مسیح موعود کا حکم قطعی اور ناطق ہو گا"

مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے خلافت کی مسند سنبھالتے ہی پہلی بنیادی تبدیلی قواعد میں یہ کی کہ

"ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخوں کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیرالدین محمود کا حکم قطعی اور ناطق ہو گا۔"

حضرت امام وقت فرماتے ہیں کہ لاہور میں ہمارے پاک ممبران موجود ہیں لیکن ان کے بارے خلیفہ صاحب نے "الفضل" میں بیان دیا کہ "یہ چلتی پھرتی، جہنم کی آگ، گوبھی شلغم کے گلے سڑے چھلکے ہیں اور ان سے بدترین قوم آج تک صفحہ زمین پر پیدا ہی نہیں ہوئی" ڈھائی بوٹیاں تے فتو باغبان"

لاہور کے پاک ممبران حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی ٹیم نے "فتح نصیب جرنیل" حضرت امیر مولانا محمد علی علیہ رحمتہ کی سربراہی میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور ان کی مساعی جمیلہ سے تحریک احمدیت کے صحیح خد و خال

اور نظریات کی دفاع کا بیڑا اٹھایا گیا۔

حضرت مسیح موعود کے پیش کردہ ٹھیٹھ اسلامی نمونہ کی دس خصوصیات "مجاہد کبیر" میں حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے بیان کی ہیں جو یہ ہیں:

(۱)اللہ تعالیٰ کا انسان سے ہمکلام ہونا ثابت کرنا (۲)دین فطرت اسلام ہے یعنی دین میں جبر نہیں (۳)قرآن کریم کو مقدم کرنا (۴)اسلام کو ایک عقلی اور علمی مذہب ثابت کرنا (۵)وسعت اسلامی کو از سرنو زندہ کرنا (۶)اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنا ثابت کرنا (۷)مسلمانوں کا اتحاد قائم کرنا (۸)بہشت، دوزخ اور ثواب و عذاب کی صحیح نوعیت بیان کرنا (۹)قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کے خیال کو دور کرنا (۱۰)غلبہ اسلام کے لئے یقین اور جوش پیدا کرنا۔

آخر پر میں اس ضمن میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے الفاظ و جذبات آپ کے گوش گذار کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:

"ہم قادیان سے کبھی الگ نہ ہوتے اگر خاتم النبین کے بعد ایک نبوت کے قائم کرنے اور چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا فیصلہ نہ کر لیا جاتا۔ ہمارا نصب العین وہی رہا جو مسیح موعود نے ہمارے سامنے رکھا تھا۔ ہم چند بکھرے ہوئے دانوں نے ایک مسلک میں منسلک ہو کر سارے کام کی از سرنو بنیاد رکھ کر اس کو اس قدر ترقی دی کہ یہ چھوٹی سی جماعت جو تعداد کے لحاظ سے شمار کے قابل نہیں اپنے کام کے لحاظ سے ایک عظیم الشان قوم نظر آتی ہے۔ غور کریں کہ ہماری چھوٹی سی جماعت کو مٹانے کے لئے پہلے تو قادیان میں کتنا زور خرچ ہوا۔ ہم نے فساد سے بچنے کے لئے بنے بنائے سلسلہ اور تمام کاروبار کو چھوڑ کر از سرنو کام کی بنیاد لاہور میں رکھی۔ مسلمان بھائیوں کی طرف دیکھو تو ان کی قوت عیسائیت اور آریہ سماج کی تردید پر اس کا دسواں حصہ بھی صرف نہیں ہوتی جس قدر جماعت احمدیہ کو مٹانے پر صرف ہوتی ہے۔ اس سے اور آگے چلیں تو خود اسلام کو مٹانے کے لئے کس قدر دنیا تلی ہوئی ہے۔ تو اتنی مٹا دینے والی قوتوں کے بالمقابل کس قدر ضرورت ہے کہ ہم کامل یکجہتی سے کام کریں۔ دوسری طرف یہ امر سوچنے کے قابل ہے کہ کس قدر عظیم الشان کام ہو چکا ہے اور کس قدر بلند عمارت بن چکی ہے۔ اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کے ہاتھوں سے رکھی۔ اس عمارت پر آج تک بڑے بڑے آدمیوں کی زندگیاں صرف ہوئیں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے خرچ ہوئے ایسے لوگوں کی گنتی نہیں جنھوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر یا اپنے بچوں کو تکلیف میں رکھ کر یا اپنا اثاثہ بیچ کر قربانیاں دیں۔ وہ آہیں جو خدا کے دین کے لئے دلوں سے اٹھ چکی ہیں رات کی سنسان خاموشی میں ایک شور عظیم سے بھری ہوئی نظر آئیں۔ جو آنسو اسی درد میں بہہ چکے ہیں اگر اکٹھے ہوں تو ایک نہر بہہ نکلے۔ اس قدر محنت سے تیار کی ہوئی عمارت چند ذاتی خواہشات کی وجہ سے برباد نہ کر دی جائے گی"

اخبار کا تراشہ ماخوذ از ہفتہ وار "فیملی میگزین" نوائے وقت پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور

میں کرسچیئن کیوں نہیں ہوں؟ قسط نمبر ۶ از ڈاکٹر شبیر عالم، فلوریڈا (شمارہ ۲ تا ۸ مئی ۱۹۹۹ء صے ۳)

ہم اسلام پر مسیحی بھائیوں کے اعتراضات کا جواب دے رہے تھے جو وہ ہمیں دنیا کے مختلف ملکوں سے بھیجتے رہتے ہیں ہم اپنے محترم قارئین کو اس حقیقت سے پھر آگاہ کر دیں کہ یہ اعتراضات قرآن کے غلط ترجموں اور حدیث و روایات کی بنیاد پر منحصر ہوتے ہیں۔ وہ احادیث و روایات جو قرآن کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں۔ ہم خلوص سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان کا مسلک یہی ہونا چاہئے کہ جو حدیث قرآن کے معیار پر پوری نہ اترے یا اس میں رحمت للعالمینؐ کی توہین کا پہلو نکلتا ہو وہ اس لائق نہیں کہ ہم اسے تسلیم کریں۔ آقائے نامدارؐ کے بارے میں قرآن کریم کی گواہی ہے۔

انک لعلی خلق عظیم (بیشک آپؐ اخلاق کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہیں۔)

اعتراض نمبر ۳: آپ کے نبیؐ زمین میں استراحت فرما رہے ہیں اور آپ خود مانتے ہیں کہ عیسیٰ مسیحؑ زمین میں دفن نہیں ہوئے۔ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے۔ وہ زمین میں یہ آسمان پر، پھر افضل کون ہوا؟

جواب: قرآن نہیں کہتا کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے۔ ۳:۵۵ میں عیسیٰؑ کی وفات، ان کے منکرین کے طعنوں سے پاک کرنے اور درجے بلند کرنے کا ذکر ہے۔ ۴:۱۵۷ میں عیسیٰؑ کے صلیب سے بچائے جانے کا بیان ہے اور ۱۹:۳۳ میں بالآخر ان کی طبعی وفات کا۔

اعتراض نمبر ۴: جنت میں مسلم مردوں کو تو حوریں مل جائیں گی۔ عورتوں کا کیا بنے گا؟

جواب: شعر پیش خدمت ہے۔ پوچھنے والی مسیحی بہن بھی لطف اندوز ہوں اور پڑھنے والے مولوی صاحب بھی

امید حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ حور کے معنی حسین عورت کے ہی نہیں ہیں بلکہ صحیح معنی ہیں ذہین، پاکیزہ فطرت لوگ!

اعتراض نمبر ۵: اسی سے ملتا جلتا اعتراض یہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ لوگ جنت میں اپنی بیویوں کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ یہ کیوں نہیں کہتا کہ عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ بیٹھی ہوں گی؟

جواب: یہ بہترین مثال ہے غلط ترجمے کی۔ **ازواج** کے معنی ہوتے ہیں "زوج" اور "زوجہ" جوڑے، ازواج کا مطلب صرف بیویاں نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر ۶: ہندوستان کے کئی صوبوں میں رہ چکا ہوں۔ مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھتا ہوں۔ نظام الدینؒ اور اجمیری کی درگاہوں کی خدمت کرتا رہتا ہوں پھر بھی کرسچیئن کہلاتا ہوں حالانکہ کئی کئی دن گھر سے باہر اسی لئے رہتا ہوں!

جواب: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا **لا رھبانیة فی الاسلام** اور بقول علامہ اقبال "تصوف اسلام کی سرزمین میں اجنبی پودا ہے" دین حق اپنانا چاہتے ہیں تو اسلام کے ارکان پر ایمان لانا ہو گا۔

اعتراض نمبر۷: جنہیں آپ اسلام کے ستون کہتے ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، کو کروڑوں لوگ ان پر عمل پیرا ہیں پھران کی آنکھیں کیوں نہیں کھلتیں؟ وہ خود بھی تباہ حال کیوں ہیں؟

جواب: مسلمان نماز پڑھ رہا ہے، صلوٰۃ قائم نہیں کر رہا۔ روزہ رکھ رہا ہے۔ "صوم" کے تصور پر پورا نہیں اتر رہا (یعنی تقویٰ تشکر اور اللہ کی کبریائی دنیا میں قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتا) حج بنی نوع انسان کی وحدت کا مظہر ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ حج کا نام صرف حرم کے پھیرے لگانا نہیں ہے۔ یہ فی الوقت کم از کم مسلمانوں کے اتحاد کا ذریعہ بننا چاہئے۔

حرم جز قبلہ قلب و نظر نیست

طواف او طواف بام و در نیست

اسی طرح مسلمان زکوٰۃ دے رہا ہے تو **قل العفو** (جو بھی تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو وہ اللہ کے بندوں پر خرچ کردو) کو بھولا ہوا ہے۔

اعتراض نمبر۸: آپ کا اسلام کیسا مذہب ہے کہ اس میں داخلہ تو کھلا ہے لیکن کوئی اس سے نکلنا چاہے یا کسی کے عقیدے آپ کے مولویوں کو پسند نہ آئیں تو اسے مرتد قرار دے کر گردن مار دی جاتی ہے۔

جواب: سو سال میں آپ نے کتنے مرتدوں کی گردن اترتے دیکھی یا سنی ہے؟ قرآن علم و بصیرت کی بنا پر دعوت دیتا ہے اور صاف صاف فرماتا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں (۱۳۷:۴)۔ اگر تاریخ میں ارتداد پر قتل کا کوئی واقعہ آپ پڑھیں تو یا وہ واقعہ غلط ہے یا کسی کا غیر قرآنی عمل ہے۔

اعتراض نمبر۹: "مسیح" کی عظمت دیکھئے کہ مسلمانوں کا حال سنوارنے بھی وہی آسمان سے اتر کر آئیں گے یعنی آپ کے رسولؐ بھی مسیحؑ کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔

جواب: حیرت کی بات ہے کہ دنیا کی ہر قوم کسی آنے والے کی منتظر ہے۔ ہندو کو "کلنکی اوتار" کا انتظار ہے۔ جین مت والوں کو مہاویرا کا یا تری تھنکر کا، بدھ مت والے میتا کے منتظر ہیں اور مجوسی متھرا کا، یہودی ابھی تک سچے مسیح کا انتظار کر رہے ہیں اور مسیحی عیسیٰؑ کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔

قرآن کے مطابق دین کامل ہو چکا ہے (۳:۵، ۱۱۶:۶) اللہ کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم چودہ صدیاں پہلے تشریف لا چکے ہیں۔ انسان کے لئے مکمل ضابطہ حیات الکتاب میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس الکتاب قرآن مجید نے عیسیٰؑ یا کسی اور آنے والے کی نشاندہی نہیں فرمائی۔ نہ مزید کسی کے آنے کی ضرورت ہے۔ جب کتاب اللہ ہمارے درمیان موجود ہے۔

اعتراض نمبر۱۰: دعویٰ کیا جاتا ہے کہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور ہم یہ بات مانتے ہیں لیکن یہ تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات منسوخ ہو چکی ہیں؟

جواب: قرآن کریم کی ایک آیت بھی منسوخ نہیں، ۱۰۶:۲ میں جہاں گذشتہ احکام کی جگہ نئے احکام نازل کرنے کا ذکر ہے وہاں مراد یہ ہے کہ گذشتہ آسمانی کتابوں کے احکام کو قرآن میں جدید UPDATE کر دیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر۱۱: اسلام واحد مذہب ہے جو چار شادیوں کا حکم دیتا ہے؟

جواب: اسلام کہیں چار شادیوں کا حکم نہیں دیتا۔ تعداد نکاح کا ذکر قرآن میں صرف ایک جگہ ہے۔ (سورہ ۳:۴) اسے غور

سے پڑھیئے۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں سے انصاف نہیں کر سکو گے تو دو، تین چار عورتوں سے نکاح کر لو جو تمہارے لئے جائز ہوں۔ یہاں واضح نکتہ یہ ہے کہ کبھی دنیا میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جیسا جنگی حالات اور بعض انقلابات میں ہوتا ہے کہ مرد بہت سے مارے جاتے ہیں۔ یتیموں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ معاشرہ ان یتیموں کی مناسب دیکھ بھال نہیں کر سکتا تو صرف اس صورت میں اللہ نے بنی نوع انسان کو اس بڑی معاشرتی مشکل کا حل بتایا ہے۔ تاکہ یتیموں اور بیواؤں کو گھر کا تحفظ میسر آ جائے۔ نارمل حالات میں جو لوگ دوسری تیسری شادی کرتے ہیں وہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ اس موضوع پر بھی کوئی روایت سامنے آئے تو دیکھنا ہو گا کہیں وہ آیت قرآنی سے متصادم تو نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپ سے صدائیں اٹھی تھیں کہ ان ملکوں میں دو تین شادیوں کی اجازت ہونی چاہئے۔ نارمل حالات میں قرآن ایک ہی شادی کی اجازت دیتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲: آپ کی روایات ایسی مضحکہ خیز باتیں کہتی ہیں وہ بھی محمدؐ کے نام سے منسوب کر کے کہ چوہے بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبیلے ہیں۔ اسی لئے اونٹ کا دودھ نہیں پیتے۔ گائے کا دودھ پی لیتے ہیں۔

جواب: آپ نے خود ہی فرما دیا۔ یہ مضحکہ خیز روایات ہیں جو اسلام کے دشمنوں نے وضع کی تھیں۔

اعتراض نمبر ۱۳: فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ صرف انگور، کھجور کی شراب حرام ہے۔

جواب: قرآن کے مطابق خمر پینا قطعی ممنوع ہے اور آقائے نامدارؐ نے اسے "ام الخبائث" قرار دیا ہے اور خمر میں ہر قسم کی شراب اور نشہ آور اشیاء شامل ہیں۔ فقہ کی کتابیں اتھارٹی نہیں ہیں۔ قرآن اتھارٹی اور حرف آخر ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴: انجیل دشمن کے ساتھ محبت کی تعلیم دیتی ہے۔ کیا اسلام میں ایسی تعلیم ہے؟

جواب: دشمن کے ساتھ محبت قابل عمل (پریکٹیکل) بات نہیں ہو سکتی۔ قرآن حکم دیتا ہے دشمن کے ساتھ بھی عدل کرو۔ یہ ہے ممکن العمل بات۔

اعتراض نمبر ۱۵: اسلام نابالغ بچیوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے۔ کیا یہ جہالت نہیں ہے؟

جواب: قرآن کی رو سے بلوغت اور نکاح کا گہرا تعلق ہے۔ بلوغت نکاح کی شرط ہے (۶:۴)۔ اس کے علاوہ ۶:۱۵۳ اور ۱۷:۳۴ سے واضح ہے کہ نابالغوں کے مال تک کو چھونا منع ہے چہ جائیکہ نکاح۔ قرآن نکاح کو بہت ہی سنجیدہ معاہدہ کہتا ہے۔ بچے سنجیدہ معاہدہ کیسے کر سکتے ہیں؟

اعتراض نمبر ۱۶: کیا آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ سالہ بچی حضرت عائشہؓ سے نکاح اور پھر ان سے ۹ سال کی عمر میں رخصتی نہیں کروائی؟

جواب: نبی کریمؐ کا کوئی فعل قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ **کان خلقہ القرآن** (آپ کا اخلاق کیا تھا؟ قرآن مجسم) ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ احادیث اور تاریخی روایات کو قرآن کریم کی کسوٹی پر پرکھنا ہو گا۔ اس لئے کہ احادیث نبی اکرمؐ کے برسوں بعد زبانی روایات کی بنا پر جمع کی گئیں۔ لہٰذا ہم آپ کے دریافت کردہ موضوع پر ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جو نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۸ سال بتاتی ہیں۔"